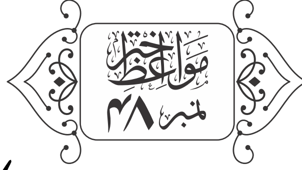


عباداتِ شبِ براءت

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ادارہ تالیفاتِ اختریہ
hazratmeersahib.com



عباداتِ شبِ براءت

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ

حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

اِدارہ تالیفاتِ اختریہ

بی ۳۸، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی

www.hazratmeersahib.com

به فیضِ صحبتِ ابرارؔ یہ دردِ محبت ہے
محبت تیرا صدقہ ہے ثمر تیرے نازوں کے

بہ امیدِ نصیحت دوستوں کی اشاعت ہے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

یہ انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
اپنی حیاتِ مبارکہ میں اپنی جملہ تصانیف پر تحریر فرمایا کرتے تھے۔

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

ضروری تفصیل

نامِ وعظ: عباداتِ شبِ براءت

نامِ واعظ: محبی ومحبوبی مرشدی ومولائی سراج الملّت والدّین شیخ العرب والعجم عارف باللہ قطبِ زماں مجددِ دوراں حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخِ وعظ: ۱۳ شعبان المعظم ۱۴۰۸ھ؛ یکم اپریل ۱۹۸۸ء بروز جمعہ

مقام: مسجدِ اشرف، گلشنِ اقبال کراچی

موضوع: مومنِ کامل کی مصیبت میں کیفیت، مزاحِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم، تقویٰ کے انعامات، حسد کا علاج، شبِ براءت کی رسمیں

مرتب: حضرت اقدس سید عشرت جمیل میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
خادمِ خاص وخلیفہ مجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

اشاعتِ اوّل: ۱۲ محرم ۱۴۳۶ھ مطابق ۵ نومبر ۲۰۱۴ء

اشاعتِ دوم: محرم ۱۴۳۸ھ مطابق اکتوبر ۲۰۱۶ء

ناشر: ادارۂ تالیفاتِ اختریہ
بی ۳۸، سندھ بلوچ ہاؤسنگ سوسائٹی، گلستانِ جوہر بلاک نمبر ۱۲ کراچی



فہرست

عنوانات | صفحہ نمبر

_☆_☆_☆___☆_☆_☆___☆_☆_☆___☆_☆_☆___☆_☆_☆_

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عشقِ رسول ﷺ کی کیفیت

غزوہ طائف سے واپسی میں آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان دینے کا حکم فرمایا، وہ اذان دینے لگے، ایک سولہ سال کا لڑکا جس کا نام ابو محذورہ تھا، اپنے ساتھیوں کے ساتھ ان کی نقل اتارنے لگا، اس لڑکے کی آواز بہت اچھی تھی۔ آپ ﷺ نے سنا تو اسے بلوایا، ابو محذورہ کو آپ کے سامنے کھڑا کر دیا گیا، انہیں اندیشہ ہوا کہ اس حرکت پر قتل کیا جاؤں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیسے اذان دے رہے تھے، ذرا سناؤ! انہوں نے اذان دینی شروع کی، اللہ اکبر تو بلند آواز سے چار بار کہہ دیا کیونکہ اللہ کی بڑائی کے تو کفار بھی قائل تھے لیکن اذان میں شہادتین کے کلمات کو آہستہ آواز سے کہا کہ کہیں میرے قبیلے والے نہ سن لیں۔ آپ ﷺ نے نہایت شفقت سے ان کے سر اور سینہ پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا بلند آواز سے کہو۔ آپ ﷺ کا دستِ مبارک پھیرنا تھا کہ ایمان کی دولت سے مالا مال ہو گئے اور بلند آواز سے یہ کلمات پھر دہرائے۔ صحابہ کا عشق دیکھئے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو سر پر ایک بار ہاتھ رکھ دیا تو انہوں نے عمر بھر سر کے بال نہیں منڈوائے کہ یہ وہ بال ہیں جن پر میرے محبوب ﷺ کا ہاتھ پھر گیا، یہ تھی ان حضرات کی محبت کہ جن بالوں پر آپ ﷺ کا ایک بار ہاتھ مبارک پھر گیا عمر بھر اُن بالوں کی حفاظت کی۔ (ابوداؤد)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عباداتِ شبِ براءت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مِنْ اَمْرِہٖ یُسْرًا ○ (سورۃ الطلاق: آیۃ ۴)

وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰہُ لَہٗ مِنْ کُلِّ ضِیْقٍ مَّخْرَجًا وَّمِنْ کُلِّ ھَمٍّ فَرَجًا وَّرَزَقَہٗ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی) کتاب الدعوات: ص ۲۰۴)

کل جورات آنے والی ہے وہ شعبان کی پندرہویں شب ہوگی، جس کی احادیثِ مبارکہ میں بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے، اس رات کولیلۃ المبارکہ کہتے ہیں، چونکہ اس رات میں اللہ تعالیٰ بڑی تعداد میں انسانوں کے گناہ اوران کی خطائیں معاف کرکے جہنم سے بری کرتا ہے:

((اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَجَلَّ یَنْزِلُ لَیْلَۃَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا فَیَغْفِرُ لِاَکْثَرَ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ کَلْبٍ))

(جامع الترمذی: (ایچ ایم سعید)؛ باب ما جاء فی لیلۃ النصف من شعبان؛ ج ۱ ص ۱۵۶)

اس لئے اس کا نام لیلۃ البراءت اور شبِ براءت بھی ہے، کچھ اس شب کے مسنون اعمال عرض کروں گا اوراس شب میں رائج بدعات اور رسومات کیا کیا ہیں؟ وہ بھی بیان کرنے کا ارادہ ہے۔ پہلے یہ عرض کردوں کہ جن لوگوں نے بزرگانِ دین کی صحبت نہ اٹھا کر ایمان ویقین اور اللہ کی عظمتوں کو نہیں پہچانا وہ دنیا کی چکر بازیوں میں آکر اپنا عقیدہ اور ایمان بیچ ڈالتے ہیں، اس لئے مجھے آج یہ تقاضا ہوا کہ میں آپ کوایک نقد انعام کے بارے میں بتاؤں۔

دنیا میں اللہ والا بننے سے، اللہ کو یاد کرنے سے، اللہ والی زندگی اختیار کرنے سے، اپنے نفس کی اصلاح کرانے اور گناہوں کو چھوڑنے سے، سنت کے مطابق زندگی گذارنے سے، خدائے تعالیٰ کو راضی رکھتے ہوئے اپنے دن ورات گذارنے سے اور اللہ کی نافرمانی سے، اللہ کو ناخوش کر کے اپنے دل کو خوش نہ کرنے سے کیا کیا انعامات ملتے ہیں؟ شیطان و نفس تو کہتے ہیں کہ اگر تم سینما دیکھ لو، وی سی آر دیکھ لو، ٹیڈی یا عورت کو دیکھ لو تو بہت مزہ آئے گا لیکن اگر اللہ کا فضل ہو تو مبارک بندہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناخوش کر کے اپنا جی خوش نہ کرے اور اللہ سے معاملہ کر لے کہ آپ کو ناخوش کر کے اگر ہم اپنا جی خوش کرتے ہیں تو ہماری یہ خوشی منحوس، نالائق اور حرام خوشی ہے۔ خواجہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میری خوشی میں اور اللہ کی خوشی میں مقابلہ ہوتا ہے، جیسے کسی کام سے اللہ تعالیٰ خوش ہوں مثلاً بدنگاہی نہ کرو، سینما نہ دیکھو، داڑھی نہ منڈاؤ، ان باتوں سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں مگر نفس کہتا ہے کہ نہیں! گالوں پر صحرا اور جنگل مت اگاؤ، گلستانِ نبوت سے محروم رہو، نبی کا باغ گال پر مت لگاؤ، فارغ البال رہو تو اللہ کا عاشق بزبانِ خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کہتا ہے ؎

جو اُن کی خوشی ہے وہی میری بھی خوشی ہے

جا دل تجھے چھوڑا جدھر وہ ہیں ادھر ہم

لیکن اگر اللہ تعالیٰ عقلِ سلیم عطا کر دیں تو تھوڑی دیر کے لئے سوچو کہ اللہ کے پیارے انبیاء، صحابہ اور اولیاء کا چہرہ کیسا تھا؟ اتنی بات تو آپ کی اور ہماری سمجھ میں بھی آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت کے مالک ہیں، تو ہمیں دنیا اور آخرت جب ہی مل سکتی ہے جب ہم ان کو راضی کر لیں۔

اہلِ ایمان اور اہلِ کفر کی حیات میں فرق

علامہ سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ جب برطانیہ گئے تو ایک انگریز نے ان سے

سوال کیا کہ آپ لوگ مسجدوں میں سجدے اور مناجات اور ہر وقت عبادت کرتے ہیں لیکن ہم ہوائی جہاز بناتے ہیں، پٹرول تلاش کرتے ہیں، سائنس کی مشینیں بناتے ہیں تو یہ سب چیزیں کیا کمالات نہیں ہیں؟ تو علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ لوگوں کی اور ہم مسلمانوں کی مثال ایسی ہے جیسے بادشاہ نے شہر کے معززین کو دعوت میں بلوایا کہ دوسرے ملک کے صدرِ مملکت آئے ہوئے ہیں، فلاں فلاں آدمی کو دعوت نامے جاری ہوئے ہیں وہ آجائیں۔ تو جن لوگوں کو دعوت نامہ دیا جاتا ہے، وہ شاہی محل میں داخل ہوکر بیگمات کی چوڑیاں نہیں ڈھونڈتے کہ کہاں رکھی ہوئی ہیں؟ سونا چاندی کا پتا نہیں لگاتے کہ کہاں رکھا ہوا ہے؟ وہ تو فوراً بادشاہ سے مصافحہ کرتے ہیں اور شاہی معزز مہمان کی طرح بیٹھ کر بادشاہ سے گفتگو کرتے ہیں اور جب اسی محل میں چور جاتا ہے تو وہ بادشاہ سے نہیں ملتا، وہ چھپ چھپ کر محل کی تلاشی لیتا ہے، تو تم اللہ تعالیٰ سے کٹے ہوئے دور رہتے ہو، تمہاری رات دن یہی تلاش ہے کہ کیا کیا چیزیں کہاں چھپی ہوئی ہیں لیکن تمہیں اللہ کا نام لینے کی اور نماز روزہ کی توفیق نہیں ہوتی؟

متقین اور فاسقین کی حیات میں فرق

اب دونوں زندگیوں میں کیا فرق ہے؟ ایک بے نمازی، اللہ سے غافل، سنت کے خلاف زندگی گذارنے والا، شریعت کے خلاف اپنی زندگی گزارتا ہے اور ایک ولی اللہ ہے، اللہ کی مرضی پر چلتا ہے، سنت کے مطابق زندگی گذارتا ہے، اپنی صورت اور سیرت کو اللہ کی مرضی کے مطابق بنانے کی کوشش میں لگا ہوا ہے، اب اگر دونوں کو (۱۰۴) درجہ کا بخار ہوگیا تو دونوں پر اس بخار کے کیا اثرات پڑیں گے؟ ایک ہی درجہ کی مصیبت خدا کے نافرمان پر آئے اور اسی درجہ کی مصیبت، پریشانی کسی اللہ والے پر آجائے تو دونوں کی مصیبتوں میں کیا فرق ہے؟ اس فرق کو حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے

بیان فرمایا ہے کہ اللہ والوں پر جب مصیبت آتی ہے تو ان کی مصیبت میں بدحواسی اور پریشانی نہیں ہوتی، ان کے قلب میں چین رہتا ہے اور نافرمانوں پر جب مصیبت آتی ہے تو وہ ہوش وحواس سے محروم ہوجاتے ہیں، بدحواس ہوجاتے ہیں، ان کے دل میں چین نہیں ہوتا، کوئی سہارا نہیں ہوتا، ان کے دل پر سکینہ نازل نہیں ہوتا۔ اللہ والوں پر جب مصیبت آتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتے بھیجتے ہیں جو نزولِ حوادث کے وقت قلب کو سہارا دیتے ہیں، اسی لئے جب سے زمین وآسمان پیدا ہوئے ہیں یہ ثابت نہیں ہے کہ کسی اللہ والے نے خودکشی کی ہو، تاریخ اس کی شہادت نہیں دے سکتی لیکن اس کے برعکس دنیا کے بڑے بڑے عیش کرنے والوں نے، بڑے بڑے گناہوں کی موجوں میں رہنے والوں نے خودکشیاں کی ہیں کیونکہ اللہ کی نافرمانی کے بعد قلب کی طاقت کمزور ہوجاتی ہے، دل کو سہارا دینے والے فرشتے ان کے پاس نہیں آتے۔

نزولِ ملائکہ کے تین مواقع

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر بیان القرآن میں لکھتے ہیں کہ:

﴿تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا﴾

(سورۃ حٰمٓ السجدۃ: آیۃ ۳۰)

تین مواقع پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ (۱) اللہ کے فرمانبرداروں کے دل میں، اللہ والوں کے دل میں اچھی اچھی باتیں، اچھے اچھے ارادے ڈالتے ہیں، جیسے دل چاہتا ہے کہ تہجد پڑھ لیں، اشراق پڑھ لیں تو یہ ارادے کون ڈالتا ہے؟ اللہ تعالیٰ ڈالتے ہیں بواسطہ ملائکہ کے، جس کا نام ہے الہامِ عزائمِ رشد، ہدایت کے ارادے دل میں ڈالتے ہیں۔ (۲) نزولِ حوادث کے وقت سکینہ اور سہارا دیتے ہیں تاکہ بندہ زیادہ گھبرانے نہ پائے۔ (۳) مرتے وقت خوشخبری دیں گے کہ آپ کو جنت کی بشارت ہو، یہ بشارت ان کو نظر آجاتی ہے،

جنت کی بشارت مرنے سے پہلے دنیا ہی میں مل جاتی ہے۔

بعض اوقات نیک لوگوں کو انتقال کے وقت دیکھا گیا کہ ان کے آس پاس خوشبو ہو جاتی ہے حالانکہ وہاں عطر لگا ہوا نہیں تھا۔ خود میرے بہنوئی ضلع رائے بریلی کی مسجد میں آخری عمر میں امامت کرتے تھے، اس سے پہلے گورنمنٹ کے محکمے میں انسپکٹر، بڑے افسر تھے۔ بعد میں جب انہوں نے پنشن لے لی تو ماشاء اللہ بالکل تہجد گذار اور ذکر وفکر میں مشغول رہتے تھے، جب ان کا انتقال ہوا تو وہاں خوشبو پھیل گئی۔ اسی طرح بعض لوگوں کو مرتے وقت مسکراتے ہوئے دیکھا گیا، ہنس رہے ہیں، ایسے دیکھ رہے ہوتے ہیں جیسے کوئی آرہا ہے۔ وہ فرشتے ہوتے ہیں، ایسا کیوں ہے؟ یہ وہی بشارت ہے:

﴿وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَنَّةِ الَّتِیۡ کُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ۝﴾

(سورۃ حٰمٓ السجدۃ: آیۃ ۳۰)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے ان پیارے بندوں کو اس جنت کی بشارت ہے جس کا ان سے وعدہ کیا گیا تھا۔ تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ والی زندگی اختیار کرنے کے بعد اگر کبھی کوئی بخار یا مصیبت بھی آئی تو اس مصیبت میں بھی ان شاء اللہ آپ کے قلب میں ویسی پریشانی نہیں ہوگی جیسی غافلوں اور نافرمانوں کو ہوتی ہے، اور دونوں میں یہ فرق بتایا کہ جیسے چور کسی کے گھر میں گھس گیا، اس گھر میں محمد علی باکسر کا شاگرد رہتا تھا، باکسنگ کا ماہر، طاقتور، بھولو پہلوان کے اکھاڑے میں ورزش کرنے والا۔ اس نے چور کو بہت زور سے دبا لیا، اب چور بدحواس ہو کر چھڑانے کی کوشش کر رہا ہے اور اس کے پسینے چھوٹ رہے ہیں، دل دھڑ دھڑ کر رہا ہے کہ اب پٹائی ہوگی، اب گئے جیل میں، ابھی تھانے والے آئیں گے۔ جب نافرمانوں پر مصیبت آتی ہے تو ان کو ایسا ہی محسوس ہوتا ہے کہ آ گیا عذاب، اب پکڑ لئے گئے۔ مگر جب اللہ والوں پر کوئی

مصیبت آتی ہے تو اس کی مثال حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ دیتے ہیں کہ ایک شخص کسی سے بہت محبت رکھتا تھا، اس کی یاد میں تڑپتا رہتا تھا، ایک دن اس کا دوست چپکے سے آیا اور پیچھے سے پکڑ کر اس کو زور سے دبالیا اور کہا کہ میں ہوں تمہارا دوست! تو اس نے کہا کہ ارے بھئی! واہ کیسے آ گئے، ماشاء اللہ۔

مزاحِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ایک صحابی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کے بازار میں پیچھے سے آ کر اسی طرح سے دبالیا، اس کا قصہ یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک صحابی حضرت زاہر بن حَرام (یا حزام) اشجعی رضی اللہ عنہ جو دنیاوی لحاظ سے شکل کے خوب صورت نہ تھے لیکن کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُحِبُّہٗ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے محبت فرماتے تھے، مضافاتِ مدینہ میں رہتے تھے اور وہاں سے سبزی وغیرہ لا کر مدینہ میں بیچتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ہدیہ کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی انہیں مدینہ کی چیزیں ہدیہ فرماتے تھے۔ ایک دن مدینہ منورہ کی منڈی میں سودا بیچ رہے تھے کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چپکے سے پیٹھ کی طرف سے ان کو دبالیا اور ان کی آنکھوں پر اپنے دونوں دستِ مبارک رکھ دئے کہ پہچاننے نہ پائیں لیکن یہ سمجھ گئے کہ یہ میرے نبی ہیں لہٰذا پیٹھ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینے سے رگڑنے لگے تَبَرُّکًا وَّ اِسْتِلْذَاذًا محبت میں آ کر برکت کے لئے اور لطف کے لئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی سمجھ گئے کہ یہ سمجھ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ پیٹھ کیوں رگڑ رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ آپ کے سینۂ مبارک سے لپٹنے کا ایسا موقع پھر کہاں ملے گا؟

((فَجَعَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ یَّشْتَرِیْ ھٰذَا الْعَبْدَ فَقَالَ الرَّجُلُ یَا رَسُوْلَ اللہِ اِذًا وَّاللہِ تَجِدُنِیْ کَاسِدًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لٰکِنَّ عِنْدَ اللہِ لَسْتَ بِکَاسِدٍ اَوْ قَالَ اَنْتَ عِنْدَ اللہِ غَالٍ))

(شمائل الترمذی: (ایچ ایم سعید)؛ ص۱۶)۔ (البدایۃ و النہایۃ: باب مزاحہ علیہ السلام؛ ج۶ ص۵۳)

اس کے بعد سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اس غلام کو کون خریدتا ہے؟ انہوں نے کہا حضور میں تو بالکل غریب ہوں، میری شکل بھی خراب ہے، مجھے کون خریدے گا؟ میں آپ کا غلام تو ہوں مگر کھوٹا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا مگر تو اللہ کے یہاں بہت قیمتی ہے۔ آج کل پیری اس کا نام سمجھ لیا ہے کہ منہ پھلائے آنکھیں لال کئے بیٹھے رہو، دوستوں سے ہنسو بولو مت، اگر کوئی پیر ہنس لے، کچھ دوستوں سے چھیڑ چھاڑ مذاق کرلے تو کہتے ہیں ارے یہ کیسا پیر ہے؟ یہ تو ہنستا بولتا ہے۔ یہ نعوذ باللہ نبوت کے ساتھ اعتراض ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہنسنا بھی ثابت ہے۔ ایک مرتبہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہنس پڑے تو حضراتِ شیخین یعنی حضرت صدیقِ اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے فوراً دعا دی، امتی ہو کر نبی کو دعا دی:

((اَضْحَکَ اللہُ سِنَّکَ یَا رَسُوْلَ اللہِ))

(صحیح البخاری: (قدیمی)، باب التبسم والضحک، ج ۲ ص ۸۹۹)

اے اللہ کے رسول! خدا آپ کو ہمیشہ ہنستا رکھے۔ دیکھا آپ نے! امتی بھی نبی کو دعا دیتا ہے، کیا بیٹا باپ کو دعا نہیں دے سکتا؟ بلکہ نبی نے اپنے امتی سے خود دعا کے لئے بھی کہا ہے، اس لئے بڑوں کو بھی اپنے بیٹوں سے، شاگردوں سے، دوستوں سے دعا کے لئے کہنا چاہیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! میں عمرہ کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اجازت ہے یَا اُخَیَّ، جیسے اردو میں کہتے ہیں اے بھیّا:

((اِسْتَاْذَنْتُ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم فِی الْعُمْرَۃِ فَاَذِنَ لِیْ وَقَالَ اَشْرِکْنَا یَا اُخَیَّ فِیْ دُعَآئِکَ وَلَا تَنْسَنَا فَقَالَ کَلِمَۃً مَّا یَسُرُّنِیْ اَنَّ لِیْ بِھَا الدُّنْیَا۔ رواہ ابوداؤد والترمذی))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، کتاب الدعوات، ص ۱۹۵)

لیکن اے میرے چھوٹے بھائی! اپنی دعاؤں میں مجھے شریک رکھنا، اے عمر! مجھ کو اپنی دعاؤں میں بھولنا مت۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے دنیا میں ایسی خوشی کبھی نصیب نہیں ہوئی جیسی خوشی سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ان

کلمات سے ہوئی۔ اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوئی کہ پیر کو بھی چاہیے، شیخ اور عالم کو بھی چاہیے کہ اپنے دوستوں سے دعا کی گذارش کرتا رہے، یہ بھی سنت ہے، اسلام میں اپنے کو بڑا سمجھنا ہے ہی نہیں اور اپنی اولاد بھی اگر نیک ہے تو ان سے بھی کہیں کہ بیٹا! میرے لئے دعا کرنا، کیونکہ ایک مسلمان کی دعا دوسرے مسلمان کے حق میں جلد قبول ہوتی ہے۔

ایک کی دعا دوسرے کے حق میں جلد کیوں قبول ہوتی ہے؟

مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ آپ نے پڑھی ہوگی، معارفِ مثنوی کے نام سے میں نے اس کی شرح لکھی ہے۔ اس میں ایک واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اے موسیٰ! ایسی زبان سے مجھ سے دعا مانگو جس نے کبھی کوئی قصور نہ کیا ہو، کوئی خطا نہ کی ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ! ایسی زبان کہاں سے لاؤں جس سے کبھی کوئی خطا نہ ہوئی ہو، بے خطا زبان کہاں ملے گی؟ اللہ تعالیٰ نے وحی نازل کی کہ اے موسیٰ! دوسروں سے دعا کراؤ، جو بندہ دوسرے سے دعا کرائے تو وہ اپنی زبان سے تو گنہگار ہے لیکن دوسرا جو اس کے لئے دعا کرے گا وہ زبان اس کے حق میں گنہگار نہیں، یہ ہے راز سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کا کہ:

((اِنَّ اَسْرَعَ الدُّعَآءِ اِجَابَةً دَعْوَةُ غَائِبٍ لِّغَائِبٍ))

(سنن ابی داؤد: (اسلامی کتب خانہ)، باب الدعاء بظهر الغيب، ج ۱ ص ۲۲۵)

وہ دعا بہت جلد قبول ہوتی ہے جب کوئی بھائی اپنے بھائی کے لئے دعا کرتا ہے، یہ ہے وہ راز جو اللہ والے ایک دوسرے سے کہتے رہتے ہیں کہ میرے لئے دعا کرنا، یہ بے اصل تھوڑی ہے، اس کے ثبوت و دلائل موجود ہیں۔

اَضْحَكَ اللهُ سِنَّكَ کی تشریح

تو حضراتِ شیخین سیدنا صدیقِ اکبر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہنسنے پر یہ دعا دی کہ اَضْحَکَ اللہُ سِنَّکَ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! خدا آپ کو ہنستا ہی رکھے۔ محدثین نے اس کی شرح کی ہے، یہاں ڈاکٹر حضرات بھی بیٹھے ہیں، ان سے میں پوچھتا ہوں کہ اگر آپ کے پاس ایک شخص آئے اور مسلسل ہنستا رہے، مان لیجیے اس کو بھی کسی نے ایسی ہی دعا دے دی کہ خدا تمہیں ہنستا ہی رکھے اور وہ ہر وقت، دو گھنٹہ مسلسل ہنس رہا ہے۔ آپ بتائیے! آپ اس کے بارے میں کیا رائے قائم کریں گے؟ یہی نا کہ اس کو دماغ کے ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ، اس کے دماغ کے بارے میں کچھ شبہ ہونے لگے گا یا نہیں؟ لہٰذا محدثین نے اس دعا کی شرح کی تاکہ ہماری سمجھ میں آجائے۔ اس حدیث کو سمجھنے کے لئے محدثین کے اقوال تلاش کرنے پڑتے ہیں، بڑی کتابوں کا مطالعہ کرنا پڑتا ہے۔ اَضْحَکَ اللہُ سِنَّکَ کے معنی ہیں:

((اَیْ اَدَامَ اللہُ فَرَحَکَ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، باب مناقب عمر رضی اللہ عنہ؛ ج ۱۱ ص ۱۸۱)

اللہ آپ کی فرحت اور خوشی کو ہمیشہ باقی رکھے، اللہ آپ کی فرحت ہمیشہ قائم رکھے یعنی آپ کو کبھی کوئی غم نہ پہنچے۔ اب اس حدیث کے صدقہ میں، صحابہ کرام کے صدقہ میں، اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو دعا دی گئی اس کے صدقہ میں اختر بھی یہ دعا کرتا ہے اَدَامَ اللہُ فَرَحَنَا، ہماری خوشیوں کو اللہ ہمیشہ قائم رکھے، نہ دنیا میں غم آئے نہ آخرت میں غم آئے۔

اللہ تعالیٰ کی عظمت و محبت کے دو حق

اللہ تعالیٰ نے تقویٰ والی زندگی پر وعدہ فرمایا ہے کہ جو تقویٰ والی زندگی اختیار کرتا ہے، متقی رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو بالطف زندگی عطا فرماتے ہیں، ہر غم سے بچاتے ہیں اور ہر وقت خوشی عطا فرماتے ہیں۔ تقویٰ کے معنی ہیں اللہ کی رضا کے اعمال کو اختیار کرنا اور اللہ کی ناراضگی سے بچنا۔ دوستو! محبت کے دو حق ہوتے ہیں،

جس سے دنیا میں محبت ہوتی ہے، جس بات سے اپنے بڑے، ماں باپ، بزرگ خوش ہوں اس کو بجالانا اور جس بات سے وہ ناراض ہوں اس کو نہ کرنا۔ اپنے دوست کی رضا کے اعمال کو اختیار کرنا اور اس کی ناراضگی سے بچنا یہ دو حق آپ بھی دنیا میں ادا کرتے ہیں، بس اللہ تعالیٰ کے بھی یہ دو حق ہیں۔ تقویٰ کے یہ معنی نہیں کہ رات بھر تہجد پڑھے اور دن بھر سینما دیکھے، سڑکوں پر ہر نامحرم عورت کو دیکھتا ہے، یہ تقویٰ نہیں ہے۔ ایک شخص دن بھر طواف کرتا ہے، اس کے بعد مکہ کی سڑکوں پر جو حجن ہیں ان پر نظر مارتا ہے، یہ فاسق ہے، نافرمان ہے، متقی نہیں ہے۔ اسی لئے کہتا ہوں کہ حج کرنے سے پہلے تقویٰ حاصل کرلو اور جب وہاں جائے تو وہاں جو حجن ہیں ان کو اپنی ماں سمجھے کہ یہ ہماری مائیں ہیں اور حسین لڑکوں کو باپ سمجھے کہ یہ ہمارے باپ ہیں۔ کوئی ماں باپ کو بری نظر سے دیکھ سکتا ہے؟ یہ اللہ کے مہمان ہیں چاہے کعبہ شریف میں ہوں یا مدینہ پاک میں، وہاں نظر کی بہت حفاظت کرنی چاہیے کیونکہ وہ اللہ کے اور نبی کے مہمان ہیں، کسی کے مہمان کو کوئی نقصان پہنچائے تو میزبان کو کتنا غم ہوتا ہے؟ اس لئے دوستو! اہل اللہ کی خوب صحبت اٹھالو، پھر دیکھو کعبہ کا مزہ!

صدورِ خطا ولایت کے منافی نہیں

جو شخص متقی بننا چاہتا ہے، اللہ کا دوست بننا چاہتا ہے، متقی اور دوست کے ایک ہی معنی ہیں، ہر متقی اللہ کا دوست ہوتا ہے اور اللہ کا ہر دوست متقی ہوتا ہے۔ تو تقویٰ والی زندگی کے دو معنی ہیں، تقویٰ کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے احکام کو بجالانا، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ ادا کرنا اور اللہ کی نافرمانی سے بچنا۔ نافرمانی سے بچنے کا مطلب کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آدمی معصوم ہوجاتا ہے یعنی بالغ ہونے کے بعد ساری زندگی اس سے کوئی خطا نہ ہوگی۔ یہ خیال درست نہیں ہے، اللہ کے ولی کے متعلق یہ تصور نہ رکھنا۔ آج اس کو خوب سمجھ لیجیے، بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں

کہ اللہ کا دوست وہ ہے جس سے بالغ ہونے کے بعد یعنی پندرہ سال کے بعد سے آخر زندگی تک کبھی کوئی خطا نہ ہو، نہ کسی عورت پر کبھی بدنگاہی ہو، نہ منہ سے کبھی غیبت نکلے، غرض اس سے کوئی گناہ نہ ہو وہ ولی اللہ ہے، تو یہ تصور بالکل غلط ہے۔ ولی وہ ہے، متقی وہ ہے جو گناہ سے بچنے کی پوری کوشش کرتا ہے لیکن اس سے کبھی خطا ہوسکتی ہے، معصیت نبوت کے تو منافی ہے لیکن صدورِ خطا ولایت کے منافی نہیں ہے بشرطیکہ وہ اللہ سے توبہ کرلے اور توبہ کرنے کا حق ادا کردے۔

اولیاء اللہ معصوم نہیں ہوتے، صرف انبیاء معصوم ہوتے ہیں، اگر اولیاء اللہ سے کبھی خطا ہوجائے تو اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں کی دوستی کو توبہ کے بعد پھر قائم کردیتا ہے۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کمال تھا کہ اپنے شیخ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی جو بات سنتے تھے اس کا شعر بنادیتے تھے، لہٰذا ولایت اور اللہ کی دوستی کے مضمون کو اس طرح بیان کردیا۔

نہ چت کر سکے نفس کے پہلواں کو
تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے
ارے اس سے کشتی تو ہے عمر بھر کی
کبھی وہ دبالے کبھی تو دبالے

یعنی نفس سے جنگ لڑتا رہے، اگر کوئی گناہ نہ کیا تو گویا نفس کو چت کردیا، ہرادیا اور آپ کامیاب ہوگئے لیکن اگر کبھی نفس غالب آگیا، کوئی خطا ہوگئی، پھر اس وقت کیا کرنا ہے۔

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
بہرحال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے
یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے
جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

یہ حضرت مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ہے جو حکیم الامت کے بہت پیارے خلیفہ تھے۔ ایک شخص نے خواجہ صاحب کو اپنا پیر بنایا اور حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ میں نے خواجہ صاحب سے بیعت اور اصلاحی تعلق کرلیا ہے، پیر کے لئے میں نے ان کا انتخاب کیا ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ لاجواب انتخاب کیا ہے کیونکہ اب وہ مسٹر نہیں تھے، ان کے مسٹر کی ٹرمس ہو چکی تھی، اب وہ ولی اللہ بن گئے تھے، اب ان کو مسٹر مت سمجھو، اگر مسٹر کی ٹرمس ہوجائے اور گریجویٹ کے نفس کی گرج ختم ہوجائے تو پھر وہ ولی اللہ ہوجاتا ہے، وہ علماء کا شیخ بن سکتا ہے لہٰذا خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے
یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے
جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

جس سے سو دفعہ خطا ہوجائے لیکن وہ ہر بار توبہ کرکے اللہ تعالیٰ سے جوڑ لے تو ان شاء اللہ یہ شخص ولی اللہ ہو کر مرے گا۔

صدقِ دل سے توبہ کرنے والا عنداللہ محبوب ہوجاتا ہے

کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جس طرح ہم تقویٰ والوں کو محبوب رکھتے ہیں:

﴿اِنَّ اللہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیۡنَ﴾

(سورۃ البقرۃ: آیۃ ۲۲۲)

اسی طرح توبہ کرنے والوں کو بھی محبوب رکھتے ہیں، یہ قرآنِ کریم کی آیت ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو محبوب بنالیتا ہے، یُحِبُّ مضارع سے بیان کیا تاکہ اس میں زمانۂ حال واستقبال دونوں آجائیں یعنی موجودہ زمانہ میں تو تمہاری توبہ قبول ہوگئی لیکن کہیں شیطان تمہیں مایوس نہ کردے کہ اس وقت

توبہ کرلی، پتا نہیں آئندہ کیا ہوگا؟ ناامید مت ہو آئندہ بھی توبہ قبول ہوگی، ان شاء اللہ تعالیٰ آپ یہ ارادہ کئے رہیں کہ ہمیں اپنے رب کو ہر صورت میں راضی رکھنا ہے۔ ہمارا اللہ کے علاوہ کوئی اور ٹھکانہ بھی تو نہیں ہے جہاں بھاگ کر جائیں، یہ ٹھان لیجیے، مان لیجیے، پہلے مانیں پھر ٹھانیں کہ اللہ کو راضی ہی کر کے مرنا ہے اور انہی کے دروازہ پر زندگی گذارنی ہے، اگر کبھی خطا ہو بھی، اول تو کوشش کیجئے کہ ہم سے کوئی خطا نہ ہو، اس کے لئے جان کی بازی لگایئے، اہل اللہ سے تعلق قائم کیجئے، گناہ چھوڑنے کے نسخے معلوم کیجئے، تدبیر بھی کیجئے، اس کے بعد بھی اگر خطا ہو جائے تو پھر توبہ واستغفار اور آہ وزاری سے کام بنایئے۔

تو تقویٰ پر جتنے انعامات ہیں، وہ سب مستغفرین اور تائبین پر بھی ہیں۔ اب جو بیان کے شروع میں میں نے کہا تھا کہ آج ایک انعام کے بارے میں آپ کو مطلع کروں گا، تو قرآن میں تقویٰ کا پہلا فائدہ کیا بیان کیا گیا؟ کہ جو لوگ تقویٰ سے رہتے ہیں، ان کو یہ نقد انعام ملے گا:

﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ○﴾

(سورۃ الطلاق: آیۃ ۴)

تقویٰ کی برکت سے دنیا میں اس کے کام آسان ہو جاتے ہیں۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جنت ادھار ہے، ملّا بننے سے دنیا میں کیا ملے گا؟ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ دنیاوی زندگی میں اگر تم تقویٰ سے رہو گے، میرے بن کر رہو گے تو تمہارے دنیا کے کاموں میں ہم آسانی پیدا فرمادیں گے۔ تم نفس وشیطان سے ہمیشہ نبرد آزما اور جنگ کرتے رہو، کم از کم دشمن کی گود میں تو نہ بیٹھو، اس سے لڑتے تو رہو۔ یہ مانا کہ نفس اور شیطان نے تمہیں چت کر دیا، لیکن اگر دشمن آپ کو ہرادے تو کیا آپ دشمن کے گھر میں جا کر ناشتہ پانی کرو گے؟ وہاں بستر لگادو گے؟ نہیں۔ اس نالائق اور دشمن نفس سے ہمیشہ جنگ کرتے رہو۔ ایک دفعہ اگر گر جاؤ،

دس دفعہ گر جاؤ لیکن اس سے لڑائی ساری زندگی کرتے رہنا، آخر میں جیت تمہاری ہی ہوگی۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے اہل اللہ سے تعلق قائم کیا، سلسلہ میں داخل ہوئے اور ساری زندگی کوشش کرتے رہے، نفس سے مقابلہ کرتے رہے پھر بھی اگر وہ غالب نہ ہوسکے تو آخر میں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان پر اپنے تعلق کو غالب فرما کر دنیا سے اٹھائیں گے۔ اختر نے اس ملفوظ کو خود پڑھا ہے، یہ حکیم الامت مجدد الملت کی باتیں ہیں کہ ساری زندگی جو اس نے کوشش کی، ان شاء اللہ تعالیٰ اس پر اللہ کو رحم آجائے گا کہ ساری زندگی نفس و شیطان سے لڑتا رہا اب اس کو جِتا ہی دو، اللہ تعالیٰ اس کو جِتا کر اپنا تعلق اور اپنی محبت کو اس پر غالب فرمادیں گے اور اس طرح ان شاء اللہ خاتمہ اچھا ہوگا۔

بغیر شیخ کے کوئی اپنی اصلاح خود نہیں کرسکتا

بس شرط یہی ہے کہ کوشش میں لگے رہو اور کوشش کا طریقہ بھی سیکھو، من مانی کوشش سے کام نہیں بنے گا۔ جیسے ایک فقیر نے من مانی کوشش میں پہاڑ پر جا کر رہنا شروع کردیا کہ شہر میں گناہ ہوجاتے ہیں، میں نفس کی مخالفت کروں گا، اس کو کبھی خوش نہیں ہونے دوں گا۔ تو ایک دن اس کے نفس نے کہا کہ خوشبو سنگھادو، تو نفس کی مخالفت میں گُو کی بتی بنا کر ناک میں چڑھالی اور نماز پڑھ رہا ہے۔ ایک دن ایک عالم ان کے پاس گئے اور پوچھا کہ صوفی صاحب! یہ ناک میں بتی کیسی ہے؟ اس نے کہا کہ میں ہمیشہ نفس سے جنگ رکھتا ہوں، جو یہ کہتا ہے اس کے خلاف کرتا ہوں، ایک دن اس کم بخت نفس نے کہا کہ خوشبو سنگھاؤ، تو میں نے بھی گُو کی بتی اس کی ناک میں لگادی، یہ بھی کیا یاد کرے گا۔ تو اس عالم نے کہا کہ ظالم! تو نے تو اپنی سب نمازیں ضائع کردیں۔ اس لئے کہتا ہوں کہ اپنی من مانی سے اپنے نفس کی اصلاح نہ شروع کردو، اس کے جو ڈاکٹر ہیں ان کو تلاش کرو یعنی کسی شیخِ کامل سے اصلاح کرواؤ۔

دیکھو! بازار میں میڈیکل کی کتنی کتابیں رکھی ہیں، بڑے بڑے ڈاکٹر کتابیں لکھ دیتے ہیں، اس میں لکھا رہتا ہے کہ بخار کی یہ دوا ہے، اتنے ملی گرام کے یہ کیپسول ہیں، یہ اینٹی بایوٹک ہے، لیکن کبھی آپ نے کسی کو دیکھا کہ کتاب دیکھ کر خود ہی دوا تجویز کرتا ہو، کیا دنیا میں کوئی مریض ایسا ہے؟ جاہل سے جاہل بھی کہتا ہے ڈاکٹر کے پاس لے چلو بلکہ ڈاکٹر بھی بیمار ہوتا ہے تو کہتا ہے کہ دوسرے ڈاکٹر کو بلاؤ کیونکہ بیمار کی رائے بھی بیمار ہوتی ہے رَأْيُ الْعَلِيْلِ عَلِيْلٌ۔ اسی طرح اگر انسان روحانی بیمار ہے اور وہ اپنی رائے سے علاج کرے گا تو اس کی رائے بھی بیمار ہوگی، اس لئے دوسرے کی رائے سے علاج کرو۔ اہل اللہ، مصلحین، مربیین اور مشائخ کی صحبت میں آنا جانا رکھو، ان سے مشورہ کرو کہ بدنگاہی کا کیا علاج ہے؟ غصہ کا کیا علاج ہے؟ حسد کا کیا علاج ہے؟ اگر ایک ڈاکٹر ہے اور دوسرا ڈاکٹر اس سے حسد کر رہا ہے کہ اس کے سارے مریض مر جائیں، یہ برباد ہو جائے، یہاں سے بھاگے، یہ کیا بات ہے؟ وہ مسلمان ڈاکٹر ہے، اس کو اللہ ایک نعمت دے رہا ہے اور آپ اس سے حسد کر رہے ہو۔ تو حسد کا علاج کوئی ڈاکٹر مجھے بتادے، یہاں جتنے ڈاکٹر بیٹھے ہیں یا امریکا، جرمن، جاپان کے ڈاکٹر مجھے حسد کا علاج بتائیں اور اپنے ایکسرے سے حسد کی تشخیص کر کے دکھائیں۔ کیا آج تک ایسا کوئی آلہ ایجاد ہوا ہے جس سے حسد کی بیماری معلوم ہو جائے؟ ایک بات اور کہ حسد میں جراثیم بھی نہیں ہوتے کہ خون نکال کر ٹیسٹ کر لیں، اس کا علاج تو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ بتاتے ہیں، یہ تو اللہ نے بتایا ہے کہ حسد کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بتاتے ہیں کہ:

((اِیَّاکُمْ وَ الْحَسَدَ فَاِنَّ الْحَسَدَ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ۔ رواہ ابو داؤد))

(مشکوۃ المصابیح: (قدیمی)؛ باب ما ینھی عنہ من التھاجر و التقاطع و...؛ ص ۴۲۸)

حسد کی بیماری ایسی ہے جو نیکیوں کو کھا جاتی ہے اور دل ہر وقت جلتا رہتا ہے۔ تو حسد کا علاج کسی ولی اللہ سے پوچھو، اس کا علاج دنیاوی ڈاکٹر کے پاس نہیں ہے، اس وقت یہاں میرے پاس کتنے ڈاکٹر بیٹھے ہیں بتاؤ بھئی! حسد کے لئے کوئی کیپسول ہے؟ (سب ڈاکٹروں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس حسد کا کوئی علاج نہیں۔ جامع)

حسد کا علاج اور حسد کو محبت میں تبدیل کرنے کا نسخہ

لیکن حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کو ایک شخص نے لکھا کہ مجھے حسد کی بیماری ہے، اپنے بھائی پر میرا دل جلتا ہے کہ اس کی ترقی کیوں ہو رہی ہے اور میری کیوں نہیں ہو رہی؟ لہٰذا دل جل رہا ہے، ہر وقت پریشان ہے۔ حضرت نے اسے حسد کا جو علاج لکھا، وہ سنئے:

(۱)...... جس بات پر تمہیں جلن ہے مثلاً ایک ڈاکٹر کے پاس روزانہ پچاس مریض آتے ہیں اور تمہارے یہاں دس آ رہے ہیں، تمہیں جلن ہو رہی ہے تو تم یہ دعا کرو کہ اے اللہ! اس کے پاس مریض اور بڑھا دے، اس کا مطب اور چمکا دے، یہ جس کو دوا دے سب کو شفا ہو جائے، اس کے ہاتھ میں شفا رکھ دے، اس کی دنیا بھی بنا دے اور دین بھی بنا دے۔ تو اس کے لئے دعا کرو کیونکہ حسد ہم پیشہ پر ہی ہوتا ہے، مولوی مولوی پر حسد کرتا ہے، ڈاکٹر ڈاکٹر پر، انجینئر انجینئر پر، تاجر تاجر پر۔ کسی ڈاکٹر کو مولوی پر حسد نہیں ہوگا لہٰذا حضرت نے لکھا کہ اس کے لئے دعا کرو کہ اے اللہ! اس کی نعمت میں اور ترقی دے کیونکہ حسد میں یہ دل چاہتا ہے کہ اس کی نعمت زائل ہو جائے، کسی کی نعمت زائل ہونے کی تمنا کی بیماری حسد ہے۔

(۲)...... حسد کا دوسرا علاج یہ ہے کہ کبھی کبھی اس کو ایک پیالی چائے پلا دو، یہ علاج بڑا کڑوا ہے، جیسے ڈاکٹر شوگر والوں کو کریلے کا پانی پینا بتاتے ہیں۔ تو جس پر حسد ہے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حکم دے رہے ہیں کہ اس کو

کبھی ایک پیالی چائے پلا دو، کڑوی دوا تو ہے لیکن اگر اللہ کو راضی کرنا ہے تو یہی کڑوی دوا میٹھی لگے گی، اللہ کے لئے جان کی بازی لگا دو۔

(۳)...... اپنی مجلس میں اس کی خوبیاں بیان کرو کہ ماشاء اللہ اچھے آدمی ہیں، نمازی ہیں، اس میں کوئی نہ کوئی خوبی تو ہوگی تو اس کی خوبی بیان کرو۔

(۴)...... کبھی بھی اس کی غیبت نہ کرو، اس کی برائی نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعا گو رہو۔

(۵)...... جب سفر پر جاؤ جیسے حج کرنا ہے، عمرہ کرنا ہے یا کہیں بھی جانا ہے تو اس سے مصافحہ اور دعا کی گذارش کر کے جاؤ۔

(۶)...... جب سفر سے واپس آؤ تو اس کے لئے کوئی ہدیہ لے آؤ چاہے ایک رومال ہی لے آؤ، ایک رومال چند روپے میں مل جائے گا تو اسے رومال پیش کر دیا کہ آپ کے لئے لاہور سے رومال لایا ہوں، موزہ لایا ہوں غرض کوئی ہدیہ لے جاؤ۔

یہ چند نسخوں پر جب اس نے عمل کیا تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ اب جلن کم ہوگئی ہے، حضرت نے فرمایا ابھی پندرہ دن یہی نسخہ اور استعمال کرو، ابھی بھی کچھ جراثیم ہیں، اس کے بعد پھر لکھا کہ حضرت! اب تو جلن کی بجائے دل میں ان کی محبت معلوم ہوتی ہے، اب تو ان کو دیکھ کر جی خوش ہو جاتا ہے، پہلے ان کو دیکھ کر الرجی ہوتی تھی، اب دیکھ کر انرجی آتی ہے، طاقت آتی ہے، خوشی پیدا ہوتی ہے ورنہ پہلے اس کا سامنا کرنے سے بھی تکلیف ہوتی تھی۔

ایک جوتے چور کی توبہ اور ہیرا پھیری کا قصہ

تو بہر حال تقویٰ کا جو مفہوم ہے وہ یہی ہے کہ اعمالِ صالحہ اختیار کرنا اور اللہ کی ناراضگی سے بچنے کی فکر کرنا، اگر کبھی خطا ہو جائے تو اللہ سے معافی مانگنا۔ نفس ہیرا پھیری سے جلدی باز نہیں آتا، اس پر کڑی نگرانی، پہرا بٹھانا پڑتا ہے لیکن بری عادتیں ایک دم نہیں چھوٹتیں، آہستہ آہستہ کم ہوتی ہیں جیسے مسجد کی جوتیاں چرانے والے ایک چور نے مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے

ہاتھ پر توبہ کی۔ جب نمازیوں کے جوتے اِدھر اُدھر ہونے لگے، ایک جوتا کہیں ملتا تھا تو دوسرا کہیں اور، تو انہوں نے حضرت سے شکایت کی، حضرت نے کسی بچہ کو مقرر کردیا جس پر ابھی نماز فرض نہیں تھی کہ نگرانی کرے کہ یہ جوتے اِدھر اُدھر کون کرتا ہے؟ معلوم ہوا کہ یہ تو وہی چور ہے جس نے کچھ دن پہلے چوری سے توبہ کی تھی۔ حضرت نے اس کو بلوایا اور پوچھا کہ تم نے توبہ کی تھی پھر یہ کیا حرکت ہے؟ تو اس نے کہا حضور! میں نے چوری سے توبہ کی ہے لیکن تھوڑی سی ہیرا پھیری کر لینے دیجئے، ان شاء اللہ آہستہ آہستہ میں یہ ہیرا پھیری بھی چھوڑ دوں گا، ایک دم سے نفس کی مخالفت کرنا بہت مشکل لگتا ہے، ذرا آہستہ آہستہ عادت چھوٹے گی۔ تو کبھی گناہ سے توبہ کرنے کے بعد بہت دن تک ہیرا پھیری چلتی ہے لیکن اگر ہمت کرتے رہو گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس ہیرا پھیری سے بھی نجات مل جائے گی اور گناہوں کی تعداد آہستہ آہستہ کم ہونے لگے گی۔ جو لوگ خانقاہوں میں آرہے ہیں تو جو پہلے ہزار دفعہ بدنگاہی کرتا تھا، اب ان سے پوچھو کہ اس میں کمی ہوئی ہے یا نہیں؟ یہ تھوڑی ہے کہ خانقاہ میں داخل ہوتے ہی یا کسی اللہ والے یا بزرگوں کے غلاموں اور خادموں کے پاس جاتے ہی دل کا لوہا موم ہوجاتا ہے، رفتہ رفتہ اصلاح ہوتی ہے۔

تو خلاصہ یہ ہے کہ تقویٰ پر اللہ تعالیٰ کا جو وعدہ ہے کہ ہم تمہارے سب کام آسان کردیں گے اب انسان دیکھے کہ ہمارے سب کاموں میں کیوں الجھن ہورہی ہے؟ ایک آدمی دیکھتا ہے کہ جس کام میں ہاتھ ڈالتا ہوں وہ صحیح نہیں ہورہا تو معلوم ہوا کہ ہمارے تقویٰ میں کچھ کمی ہے۔ لہٰذا سوچیں، اپنی زندگی کا جائزہ لیں کہ کہیں کان گانا تو نہیں سن رہا، آنکھیں بری نظر تو عورتوں پر نہیں ڈالتیں، زبان غیبت تو نہیں کرتی، کہیں ہم چھپ چھپ کر ریڈیو، ویڈیو، ٹیلی ویژن کے پروگرام تو نہیں دیکھتے، گھر میں کوئی تصویر وغیرہ تو نہیں لگی ہے،

غرض کوئی بھی گناہ تو نہیں ہو رہا ہے کہ جس پر قرآن کا وعدہ ہے کہ اگر تم تقویٰ سے رہو گے تو ہم تمہارے سب کام آسان کر دیں گے، پھر بھی اگر کسی کے کام آسان نہ ہو رہے ہوں تو ہوشیار ہو جاؤ ۔

یہ اعمالِ بد کی ہے پاداش ورنہ
کہیں شیر بھی جوتے جاتے ہیں ہل میں

اگر شیر کو دیکھو کہ کسان نے ہل میں بیل کے بجائے شیر کو جوتا ہوا ہے تو سمجھ لو کہ اس شیر نے کوئی گڑبڑ کی ہے، کوئی بے اصولی کی ہے۔

اللہ سے کئے عہد کو توڑنے والے کا واقعہ

ایک بزرگ جنگل میں رہتے تھے، انہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ میں کوئی پھل نہیں کھاؤں گا جب تک کہ اے خدا! تو اپنی قدرتی ہواؤں سے اسے نہ گرائے گا، میں نے تیری اتنی عبادت کی ہے، کچھ تو مجھے بھی ناز دکھانے دیں، اب تک تو میں نیاز ہی نیاز ہوں لیکن کبھی اے اللہ! آپ میرے بھی ناز اٹھائیں۔ تو انہوں نے قسم کھائی کہ جب تک آپ درخت سے پھل نہیں گرائیں گے میں نہیں کھاؤں گا، بھوکا رہوں گا۔ اب اللہ میاں نے ہوا روک دی کہ ذرا دیکھیں کہ یہ کب تک بہادری دکھاتا ہے، جب زیادہ بھوک لگی تو پھل توڑ کر کھالیا، وعدہ توڑ دیا۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس قصہ کو بیان کیا ہے کہ اسی رات کچھ چور آئے جو اس بزرگ کے معتقد بھی تھے لیکن اندھیرے میں پہچانا نہیں اور ایک ہاتھ، ایک پیر کاٹ دیا۔ صبح تھانیدار آیا، چوروں کا پیچھا کیا، چور پکڑے گئے تو پاؤں میں گر کر رونے لگے کہ حضرت! ہم تو آپ سے دعائیں لیتے تھے، اندھیرے میں ہم نے آپ کو نہیں پہچانا، معاف کر دیجئے۔ تو بزرگ نے کیا جواب دیا کہ تم نے میرے ساتھ جو یہ حرکت کی، اس میں تمہارا قصور نہیں ہے، یہ میں نے اللہ کے ساتھ بدعہدی کی، بے وفائی کی، یہ اس کا عذاب ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر جو

شعر پیش کیا ہے اب وہ سناتا ہوں ؎

خوب می دانم سبب ایں نیش را
می شناسم من گناہ خویش را

نیش کہتے ہیں بچھو کے ڈنک کو۔ وہ بزرگ تھانیدار سے کہہ رہے ہیں کہ میں اس بچھو کے ڈنک کا سبب خوب سمجھتا ہوں، یہ جو مجھے مصیبت آئی ہے اس کا راز میں جانتا ہوں، میں اپنے گناہ کو جو مجھ سے بدعہدی ہوئی خوب سمجھتا ہوں، یہ ان چوروں کا قصور نہیں، بزرگ نے چوروں کو چھڑوادیا، انہیں سزا نہیں ہونے دی، اور اللہ سے توبہ استغفار بھی کی۔ تو بعض لوگوں کے ساتھ جلدی معاملہ ہوجاتا ہے، ہم لوگ اللہ تعالیٰ کا شکرادا کریں کہ ہماری بے اصولیوں پر اتنا جلد انتقام نہیں لیتے، موقع دے دیتے ہیں، شکرادا کرنا چاہیے کہ اے اللہ! آپ ہمیں توبہ کرنے کے لئے مہلت دے دیتے ہیں کہ شاید یہ ظالم اپنی اصلاح کرلے۔

ایک صوفی کا واقعہ جو صرف مرغ کھاتا تھا

قسم کھانے کا یہ قصہ آپ نے سنا، اب ایک اور نے بھی قسم کھائی تھی، وہ تھا سچا، اللہ کا پیارا، کوئی ادا اس کی اللہ کو پسند آگئی تھی۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وعظ میں یہ قصہ لکھا ہے کہ اس نے کہا کہ اے خدا! میں قسم کھاتا ہوں کہ جب تک آپ مجھے مرغا نہیں بھیجیں گے میں کچھ نہیں کھاؤں گا، بکری کا گوشت بھی نہیں کھاؤں گا، زندگی بھر مرغا کھاؤں گا اور اگر آپ مرغا نہیں دیں گے تو ایسے ہی بھوکا رہوں گا، کچھ نہیں کھاؤں گا۔ وہ ایک بستی میں گیا اور مسجد میں عشاء پڑھ کر مرغ کے انتظار میں لیٹ گیا۔ پہلے زمانہ میں امام صاحب کا کھانا محلہ والوں کے یہاں سے آتا تھا، امام صاحب کو شرم آئی کہ مسافر لیٹا ہے اس کو پوچھ لوں تو امام صاحب کھانا لے کر آگئے کہ ارے بھئی مسافر! کھانا کھاؤ گے؟ اس نے منہ سے چادر ہٹائی اور پوچھا کھانے میں کیا ہے؟ امام صاحب نے کہا کہ

بکری کا گوشت اور گیہوں کی چپاتی ہے، اس نے کہا میں نہیں کھاتا، آپ کھالو۔ امام صاحب نے پوچھا کہ تو کیا کھاتا ہے؟ اس نے کہا کہ میں تو مرغا اڑاتا ہوں، اگر مرغا آئے گا تو کھاؤں گا ورنہ فقیر بھوکا سوئے گا۔ امام نے دل میں کہا کہ دیکھوں! جب رات کو بھوک سے پیٹ جلے گا تو یہ نازنخرے سب بھول جاؤ گے، امام صاحب اپنا کھانا کھا کر سو گئے۔

گیارہ بجے رات کو کھٹ کھٹ کی آواز آئی، امام صاحب نے جا کر پوچھا کیا بات ہے؟ وہاں ایک بڑھیا مرغا پکا کر لائی تھی، اس نے کہا کہ مسجد میں کوئی مسافر ہے؟ کہا ہاں ایک مسافر لیٹا ہوا ہے، کہا کہ یہ لے جا کر اس کو کھلا دو، امام صاحب نے کہا او مسافر! لے چادر ہٹا، تُو تو بڑا ظالم معلوم ہوتا ہے، آخر آہی گیا مرغا۔ امام صاحب حیرت میں تھے کہ یا اللہ! یہ اتنا بڑا ولی اللہ کہاں سے آ گیا جس کے آپ ناز اٹھا رہے ہیں، پھر سوچا کہ اتفاق کی بات ہوسکتی ہے، کوئی مرغا اتفاقاً مل گیا، دیکھوں گا کہ اس کو روزانہ کیسے مرغا ملتا ہے؟ دوسرے دن بڑھیا پھر مرغا لے آئی، اب تو امام صاحب بہت متعجب ہوئے۔ وہ فقیر وہاں چالیس دن رہا اور بڑھیا چالیس روز تک مرغا لائی، امام صاحب نے سوچا کہ واقعی کوئی بڑا ولی اللہ ہے۔ چالیس دن کے بعد وہ چلا گیا تو امام صاحب نے دل میں کہا کہ آج جب بڑھیا مرغا لائے گی تو واپس کیا لے جائے گی شرم آئے گی، لہٰذا آج تو وہ مرغا میرے حصہ ہی میں آئے گا لیکن اس دن بڑھیا آئی ہی نہیں۔ امام صاحب اس کے گھر گئے اور پوچھا کہ اے بڑھیا! آج مرغا کیوں نہیں لائی؟ اس نے کہا کہ میرے بیٹے پر قتل کا جھوٹا مقدمہ تھا تو میں نے نذر مانی تھی کہ جب یہ چھوٹ جائے گا تو میں چالیس دن کسی مسافر کو مرغا کھلاؤں گی، کل وہ چالیس دن پورے ہو گئے، اب تجھے کہاں سے مرغا دوں، تو بلا وجہ میرے گھر تک چلا آیا تکلیف اٹھا کر۔

اللہ کا مقبول کبھی مردود نہیں ہوتا

تو میں نے دونوں قصے آپ کو سنائے، اللہ تعالیٰ کو جس کی ایک مرتبہ کوئی ادا پسند آجائے، جس کا ایک عمل بھی خدا کے یہاں مقبول ہوجائے وہ زندگی میں کبھی مردود نہیں ہوتا۔ یہ مسئلہ کی بات بتارہا ہوں، پھر ان شاء اللہ وہ کبھی مردود نہیں ہوگا، اگر کبھی خطا ہو بھی گئی تو اللہ توفیقِ توبہ دے کر اس کو پاک صاف بھی کردے گا لہٰذا یہ دعا کرو کہ اے اللہ! ہم سے بھی کوئی ایسا نیک عمل ہوجائے جس پر آپ کو پیار آجائے اور آپ ہمیں اپنا مقبول بنانے کا فیصلہ کرلیں۔

اس کی دلیل قرآن کی آیت ہے، حضرت مسطح رضی اللہ عنہ بدری صحابی ہیں، انہوں نے جنگِ بدر لڑی تھی اور جنگِ بدر والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم اللہ کے مقبول ہو، بخشے بخشائے ہو۔ ان سے ایک غلطی ہوگئی جس سے سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اذیت پہنچی، صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو اذیت پہنچی اور اتنا صدمہ ہوا کہ مہینہ بھر ان کے گھر میں کھانا نہیں پکا لیکن بعد میں جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں آیتیں نازل ہوئیں اور حقیقت واضح ہوگئی تو حضرت مسطح رضی اللہ عنہ نے توبہ کرلی، اللہ سے رونا شروع کردیا کہ مجھ سے غلطی ہوگئی، مجھے منافقین کی باتوں میں نہیں آنا چاہیے تھا لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کا اتنا بڑا جرمِ عظیم معاف کردیا کیونکہ جنگِ بدر میں اللہ کے مقبول بن چکے تھے، اللہ نے ان کی مغفرت کے لئے آیت نازل کی۔ جب حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اب کبھی تمہارے اوپر خرچ نہیں کروں گا، تم نے ہمارے دشمنوں کی ہاں میں ہاں ملائی، میں تم سے ناراض ہوں، میں قسم کھاتا ہوں کہ نہ تم سے کبھی بات کروں گا اور نہ کبھی خیر خیرات کروں گا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ؕ﴾

(سورۃ النور: آیۃ ۲۲)

اے صدیق! کیا تم محبوب نہیں رکھتے کہ تم میرے بندہ کی خطائیں معاف کردو اور ہم تمہیں قیامت کے دن معاف کردیں؟ کیا تمہیں پسند نہیں کہ تم ہمارے بدری صحابی مسطح کو معاف کردو جس کو ہم نے جنگِ بدر کی وجہ سے اپنا مقبول بنالیا ہے، اس نے قصداً لغزش نہیں کی، خطا ہوسکتی ہے لہٰذا اس کو معاف کردو، میں تمہیں قیامت کے دن معاف کردوں گا۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ اس آیت کا شانِ نزول یہی ہے کہ اس بدری صحابی جس نے جنگِ بدر لڑی تھی، ان کی اس ادا کو اللہ تعالیٰ نے قبول کرلیا تھا، اسی لئے اتنا بڑا جرم ہونے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ سفارش فرما رہے ہیں کہ اے صدیق! اس کو معاف کردو، یہ ہمارا بدری صحابی ہے، اس نے جنگِ بدر لڑی تھی جب مسلمان صرف ۳۱۳ تھے، وہ اسلام کا نہایت بیکسی کا وقت تھا۔ تو حکیم الامت نے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ خدائے تعالیٰ جس کو ایک دفعہ مقبول بناتے ہیں اس کو کبھی مردود نہیں کرتے۔ اس لئے کم سے کم یہی دعا کرلو کہ اے خدا! اختر سے اور جملہ حاضرین سے کوئی ایسا عمل کرالے کہ تو اس عمل کو قبول کرکے ہم سب کو اپنا مقبول بنالے، ایسی مقبولیت جو کبھی مردود نہ ہوسکے۔

اللہ راضی ہی اس سے ہوتا ہے جو ہمیشہ باوفا رہے گا

جب حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ حضرت! دعا کیجئے کہ اللہ رضائے دائمی عطا کردے تو مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مولوی اشرف علی! دائمی کی قید کیوں لگائی کہ اللہ ہمیشہ راضی رہے؟ جس سے خدا ایک دفعہ راضی ہوتا ہے ہمیشہ راضی رہتا ہے۔ وہ راضی ہی اس سے ہوتے ہیں جو ساری زندگی ان کا باوفا رہتا ہے کیونکہ ہم لوگ کسی ایسے ویسے سے، غداروں سے بھی خوش ہوجاتے ہیں جن کے مستقبل کا ہمیں پتا نہیں ہوتا۔ ہمیں پتا نہیں ہوتا کہ ہمارا یہ دوست مستقبل میں ہمارا دشمن بن جائے گا

لیکن اللہ تعالیٰ کو تو علم ہوتا ہے کہ یہ مستقبل میں کیا حرکت کرے گا لہٰذا وہ اسی کو اپنا مقبول و محبوب بناتے ہیں جو ساری زندگی ان کا باوفا ہوتا ہے، خدا کو ماضی، حال اور مستقبل سب زمانوں کا علم ہے۔ اس لئے حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا کہ خدا کی رضا میں دائمی کی قید نہ لگاؤ، یہ قید لگاؤ کہ اے اللہ! رضائے کامل عطا کردے یعنی اپنی مکمل خوشی عطا کردے، ہم سے بالکل راضی ہوجائے، یہ نہ ہو کہ کچھ راضی ہو کچھ ناراض، ہمیں کامل رضا عطا کردے۔

اس لئے ہم اللہ سے اپنے لئے اور آپ سب کے لئے یہی دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہم سے راضی ہو جائے اور اپنی ناراضگی کو اٹھالے، ہم سب کا زندگی میں کوئی ایک عمل قبول کرلے، ایک عمل بھی قبول ہوگیا ان شاء اللہ تعالیٰ تو حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

بس ہے اپنا ایک نالہ بھی اگر پہنچے وہاں
گرچہ کرتے ہیں بہت سے نالہ و فریاد ہم

ہماری ایک آہ، ایک آنسو بھی اگر اللہ قبول کرلے تو تمام زندگی کے لئے ان شاء اللہ کافی ہے، اگر کبھی لغزش ہوئی بھی تو اللہ تعالیٰ توفیقِ توبہ سے محروم نہیں کریں گے کیونکہ وہ ایک دفعہ جس کو مقبول کرتے ہیں پھر کبھی مردود نہیں بناتے۔ اب اگر کوئی کہے کہ شیطان نے تو ہزاروں سال عبادت کی تھی، تو حضرت نے لکھا ہے کہ شیطان پہلے ہی سے مقبول نہیں تھا، علمِ الٰہی میں تھا کہ یہ ایسی حرکت کرے گا۔

شیخ کے خدام کو اپنی اصلاح کی اور زیادہ فکر رکھنی چاہیے

اس لئے دوستو! تجربہ کی بات بھی ہے کہ جو اہل اللہ کی صحبت اخلاص کے ساتھ، اللہ کے لئے حاصل کرے، جس کی علامت یہ ہے کہ وہ اللہ کو راضی کرنے والے اعمال بھی اختیار کرتا ہے اور اللہ کی ناراضگی سے بچنے کی فکر بھی کرتا ہے اور ذکر بھی کرتا ہے تو وہ صاحبِ نسبت بن جاتا ہے، اور اگر کوئی محض

خانقاہ میں پڑا رہے اور حلوہ اُڑاتا رہے اور شیخ کی ٹانگ دباتا رہے تو اس سے اللہ نہیں ملتا۔ اللہ گناہ چھوڑنے سے ملتا ہے، اللہ ذکر کرنے سے ملتا ہے، تقویٰ کے اہتمام سے ملتا ہے، چاہے ساری زندگی کوئی پیر کے پاؤں نہ دبائے لیکن اگر پیر کی دل سے محبت کرتا ہے اور تقویٰ اور سنت کا اہتمام کرتا ہے تو وہ اللہ کو پا جائے گا۔ کیوں صاحب! کیا ڈاکٹر سے کوئی کہتا ہے کہ ہم آپ کے پیر دبائیں گے؟ کیا پاؤں دبانے سے بخار اتر جاتا ہے یا کیپسول کھانے سے بخار اترتا ہے؟ اگر کوئی ہر وقت ڈاکٹر کے پیر دباتا رہے اور بخار کے کیپسول نہ کھائے تو بتاؤ بخار اترے گا؟ یہ آج کل غلط عقیدہ ہے، اس عقیدہ کی اصلاح کی ضرورت ہے، بعض لوگ پیر دبا کر بے فکر ہو جاتے ہیں کہ چلو اب سب کچھ کرو، مزے اڑاؤ، بدنگاہی کرو، یہ محروم لوگوں کی علامت ہے۔ دوستو! حق تو یہ ہے کہ شیخ کے خادم پر تو زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ گناہوں سے بچے اور سنت کا اہتمام کرے۔

تقویٰ کے چار انعامات

تو قرآن مجید میں تقویٰ کے جو چار انعامات بیان کئے گئے ہیں، ان کی آیات پڑھ کر پھر ترجمہ بھی سناتا ہوں:

نمبر ۱: ﴿وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مِنۡ اَمۡرِہٖ یُسۡرًا ۝﴾ (سورۃ الطلاق: آیۃ ۴)

اللہ اس کے سب کام آسان کر دیتا ہے۔

نمبر ۲: ﴿وَمَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا ۝﴾ (سورۃ الطلاق: آیۃ ۲)

اللہ مشکلات سے نکلنے کا راستہ نکال دیتا ہے۔

نمبر ۳: ﴿وَیَرۡزُقۡہُ مِنۡ حَیۡثُ لَا یَحۡتَسِبُ ؕ﴾ (سورۃ الطلاق: آیۃ ۳)

اللہ ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔

نمبر ۴: ﴿اِنۡ تَتَّقُوا اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّکُمۡ فُرۡقَانًا﴾ (سورۃ الانفال: آیۃ ۲۹)

اللہ تعالیٰ اس کو ایک نور عطا کرتے ہیں جس سے وہ حق اور باطل سمجھ لیتا ہے،

اس کا دل کھٹک جائے گا کہ یہ معاملہ صحیح نہیں ہے، اس کا ضمیر اس کو ملامت کرتا ہے۔

تائبین بھی متقین کے درجہ میں ہیں

تو تقویٰ پر جتنے انعامات ہیں کہ ایسی جگہ سے رزق عطا ہونا جہاں سے گمان بھی نہ ہو، ہر کام میں آسانی ہو جانا، اور جتنی مصیبتیں ہیں ان سے اللہ تعالیٰ نکال دیتے ہیں، مخرج پیدا کر دیتے ہیں، اور عقلِ سلیم عطا کرتے ہیں یعنی تقویٰ کی برکت سے اس کی عقل میں نورانیت آجاتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جو متقی نہیں ہے لیکن تائب ہے، گناہوں کی وجہ سے اس کا رشتہ اللہ سے ٹوٹا ہوا ہے، اس کے لئے کیا حکم ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں کہ جس سے خطائیں ہوئی ہیں وہ اگر اللہ سے مغفرت طلب کرلے، اللہ سے توبہ کرلے اور آئندہ کے لئے ارادہ کرلے کہ اب گناہ نہیں کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی تمام مصائب سے نجات دیں گے، ہر غم سے خلاصی دیں گے، ایسی جگہ سے رزق دیں گے جہاں سے اس کا گمان بھی نہ ہوگا۔ تقویٰ کے سارے انعامات مستغفرین، توبہ کرنے والوں کو بھی مل جائیں گے:

((اِنَّ الْمُسْتَغْفِرِیْنَ نُزِّلُوْا بِمَنْزِلَةِ الْمُتَّقِیْنَ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)؛ کتاب الدعوات، باب الاستغفار؛ ج ۵ ص ۲۴۸)

یہ اللہ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ فرسٹ ڈویژن پاس ہونے والوں کا انعام تھرڈ ڈویژن والوں کو بھی مل رہا ہے کہ توبہ کرنے اور آہ وزاری کرنے والوں کو بھی محروم نہیں کیا، قرآنِ کریم میں جتنے وعدے تقویٰ پر آئے ہیں اتنے ہی وعدے حدیثِ پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مستغفرین یعنی مغفرت مانگنے والوں، اللہ سے رونے والوں اور توبہ کرنے والوں کے لئے بھی بیان فرمائے ہیں:

((مَنْ لَّزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰهُ لَهٗ مِنْ كُلِّ ضَيْقٍ مَّخْرَجًا وَّمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا وَّرَزَقَهٗ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ رواہ احمد و ابو داؤد و ابن ماجۃ))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)؛ باب الاستغفار و التوبۃ؛ ص ۲۰۴)

جو شخص کثرت سے استغفار کرے گا اللہ تعالیٰ ہر تنگی سے اس کو نجات

دے دیں گے۔ لوگ پوچھتے ہیں کہ تنگی میں پھنسا ہوا ہوں کیا کروں، اس کا علاج استغفار ہے وَمِنْ كُلِّ هَمٍّ فَرَجًا اور هَمٌّ سے اللہ تعالیٰ اس کو نجات دیتا ہے اور هَمٌّ کے معنیٰ کیا ہیں؟ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اَلْهَمُّ هُوَ الْغَمُّ الَّذِیْ یُذِیْبُ الْاِنْسَانَ (مرقاۃ: ج ۵ ص ۳۵۸) ھم وہ غم ہے جو انسان کو گھلا دے، وَالْحُزْنُ لَیْسَ کَذٰلِکَ حزن سے ھم زیادہ شدید ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ استغفار کی برکت سے اس کو دفع فرما دیتے ہیں کیونکہ توبہ سے بندہ حق تعالیٰ کا محبوب ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآنِ پاک میں ارشاد ہے اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ اللہ توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے اور دنیا میں بھی کوئی شخص اپنے محبوب دوست کو غم میں نہیں دیکھ سکتا تو حق تعالیٰ شانہٗ جس کو اپنا محبوب بنالیں، وہ کیسے غم میں رہ سکتا ہے؟ اور اس حدیث شریف کا آخری جملہ ہے وَرَزَقَهٗ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ اور مستغفرین تائبین کو اللہ ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جہاں سے ان کا گمان بھی نہیں ہوتا۔

توبہ کی قبولیت کی چار شرائط

اب توبہ کی کیا شرائط ہیں؟ کس طرح سے توبہ کرنی چاہیے؟ اس پر یہ میرا پورا وعظ ہے جو میرا بیان ہوا تھا مدینہ شریف کی اس دفعہ حاضری میں اُحد کے دامن میں، جب میں حجِ بدل پر گیا تھا۔ ایک صاحب نے کہا کہ آپ کے پاس بہت دولت ہے، بڑا خزانہ ہے، جب چاہا حج کرنے چلے جاتے ہو۔ میں نے کہا کہ بھئی! میں اپنے خزانہ سے نہیں جاتا، اپنے ربّا کے خزانہ سے جاتا ہوں، ربّا کسی کے دل میں میرے لئے ڈال دیتا ہے، وہ آ کر کہتا ہے میرے ابّا کی طرف سے حج کرآؤ، غرض کوئی نہ کوئی بہانہ پیدا کر دیتا ہے۔ لہٰذا میں ایک صاحب کے والد کی طرف سے حجِ بدل پر گیا تھا، تو جہاں جنگِ اُحد ہوئی تھی، اُحد پہاڑ کے دامن میں ستر صحابہ کے خونِ شہادت کے جلووں میں اور ان کے فیض و برکات میں، ہندوستان کے بڑے بڑے علماء میں مجھے خطاب کی سعادت اللہ نے اپنی

رحمت سے عطا فرمائی جن میں مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری دامت برکاتہم، اکابر علماء میں سے ہیں، موجود تھے اور اشک بار تھے، زار و قطار رو رہے تھے، میں ان کے رونے کو اپنے وعظ کی قبولیت کا بہانہ سمجھتا ہوں۔ جب ایسے اللہ والے کسی کے وعظ میں رو پڑیں تو میں دعا کرتا ہوں کہ یا اللہ! اختر کا وعظ تو جیسا بھی ہے لیکن مولانا عاشق الٰہی بلند شہری، محدّث دار العلوم کراچی رہ چکے ہیں، اتنے بڑے عالم کے آنسوؤں کے صدقہ میں میرے وعظ کو قبول فرما کر مجھے بھی اپنا مقبول فرمایئے اور میرے سامعین دوست جتنے یہاں بیٹھے ہیں اور جو خواتین مائیں بہنیں آئی ہیں، ان کو بھی اور ہمارے رشتہ داروں کو بھی اپنا مقبول اپنا محبوب بنالے۔ اس وعظ کا نام ہے ''استغفار کے ثمرات'' یہ چھپ کر آ گیا ہے، مولانا عشرت جمیل صاحب بیٹھے ہیں، انہوں نے اسے کیسٹ سے کاغذ پر منتقل کیا اور دو ایک دن کے اندر ہی، آج صبح ہی یہ چھپ کر آ گیا، ماشاء اللہ ایسی تیزی سے کام کیا، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرمائے، ابھی یہ آپ سب کو بلا قیمت تقسیم کیا جائے گا، اس کے اندر توبہ کی تمام شرائط تفصیل سے بیان کی گئی ہیں۔ اسے خود بھی پڑھیں، اپنے گھر والوں اور بچوں کو بھی پڑھائیں تاکہ ہماری توبہ تمام شرائط کے ساتھ ہو کہ جن کی وجہ سے پھر ایک گنہگار مسلمان بھی متقی بندوں کے انعامات پا جاتا ہے۔ مختصراً عرض کئے دیتا ہوں کہ شارح مسلم شیخ محی الدین زکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مسلم میں توبہ کی قبولیت کی چار شرطیں بیان فرمائی ہیں:

۱) اَنْ یَّقْلَعَ عَنِ الْمَعْصِیَۃِ: اس گناہ سے الگ ہو جائے۔

۲) اَنْ یَّنْدَمَ عَلَیْھَا: اس گناہ پر ندامتِ قلب بھی ہو، شرمندگی ہو جائے۔

۳) اَنْ یَّعْزِمَ عَزْمًا جَازِمًا اَنْ لَّا یَعُوْدَ اِلٰی مِثْلِھَا اَبَدًا: پکا عزم کرلے کہ اے خدا اب آئندہ کبھی یہ گناہ نہیں کروں گا، اگر دوبارہ گناہ ہو جائے پھر توبہ کرلے، توبہ کرتے وقت عزم علی التقویٰ قبولیتِ توبہ کے لئے کافی ہے۔

۴) اِنْ كَانَ الذَّنْبُ يَتَعَلَّقُ بِآدَمِيٍّ فَعَلَيْهِ رَدُّ الظُّلَامَةِ: توبہ کی قبولیت کی چوتھی شرط یہ ہے کہ اگر مخلوق کا کوئی حق مارا ہے یہ ظلم کا حصہ واپس کرنا پڑے گا۔

(المنہاج شرح مسلم للنووی: باب استحباب خفض الصوت بالذکر، ج ۱۷ ص ۲۵)

شبِ براءت کے اعمال

شبِ براءت میں کیا کیا کرنا چاہیے؟ کیا کیا اعمال سنت ہیں؟ جلدی جلدی ذرا شبِ براءت کے حلوہ پر بھی کچھ عرض کروں گا لیکن آپ گھبرائیے نہیں میں آپ کے شبِ براءت کے حلووں پر جلوہ لگاؤں گا، آپ رمضان میں حلوہ کھائیے، شوال میں، رجب میں کھائیے، صرف شعبان میں شبِ براءت ہی کی قید کیوں لگا رکھی ہے؟ تو پہلی بات یہ کہ شعبان میں زیادہ روزے رکھنے کی ممانعت ہے:

((إِذَا انْتَصَفَ شَعْبَانُ فَلَا تَصُوْمُوْا وَالنَّهْيُ لِلتَّنْزِيْهِ رَحْمَةً عَلَى الْأُمَّةِ اَنْ يَّضْعُفُوْا عَنْ حَقِّ الْقِيَامِ بِصِيَامِ رَمَضَانَ عَلٰى وَجْهِ النَّشَاطِ))

(مرقاۃ المفاتیح: (رشیدیہ)، کتاب الصوم، باب رویۃ الہلال، ج ۴ ص ۴۰۹)

تم میں سے کوئی رمضان سے ایک دو دن پہلے روزہ نہ رکھے مگر یہ کہ وہ ان دنوں میں پہلے سے روزہ رکھتا رہا ہو۔ مقصد اس کا یہ ہے کہ رمضان سے پہلے روزہ رکھنے سے کمزوری آجائے گی اور نفلی روزوں سے پھر فرض میں خلل آجائے گا، اس لئے رمضان سے دو چار روز پہلے نفلی روزے نہ رکھیں اور اچھی غذائیں کھائیں۔

اب یہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا جمع کیا ہوا مضمون ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

((فِيْهَا اَنْ يُّكْتَبَ كُلُّ مَوْلُوْدٍ مِّنْ بَنِيْ اٰدَمَ فِيْ هٰذِهِ السَّنَةِ وَفِيْهَا اَنْ يُّكْتَبَ كُلُّ هَالِكٍ مِّنْ بَنِيْ اٰدَمَ فِيْ هٰذِهِ السَّنَةِ وَفِيْهَا تُرْفَعُ اَعْمَالُهُمْ وَفِيْهَا تَنْزِلُ اَرْزَاقُهُمْ۔ رواہ البیہقی فی الدعوات الکبیر))

(مشکوۃ المصابیح: (قدیمی)، باب قیام شهر رمضان، ص ۱۱۵)

شعبان کی پندرھویں رات کو یعنی چودہ شعبان کا دن گذار کر جو پندرہ کی رات آئے گی اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کے اعمال جو سال بھر کے ہوں گے

وہ سب لکھ دیئے جاتے ہیں، سال بھر میں پیدا ہونے والوں کا لکھ دیا جاتا ہے کہ اس سال اتنے انسان پیدا ہوں گے اور اسی رات مرنے والوں کا بھی لکھ دیا جاتا ہے کہ اس سال اتنے انسان مریں گے، اسی رات ان کے اعمال نامے اٹھائے جاتے ہیں اور اسی رات ان کا سال بھر کا رزق نازل ہوتا ہے لہٰذا اگر تھوڑی دیر اس رات کو جاگ کر کچھ رکعتیں نفل پڑھ کر اللہ سے یہ دعا مانگ لیں کہ اے اللہ! آج کی رات ہمارا نام مُردوں میں نہ لکھئے، ہماری زندگی میں برکت دے دیجئے، کچھ موقع دے دیجئے، کیوں؟ کیونکہ ابھی ہم نے اپنے پردیس میں وطن کی تیاری نہیں کی ہے، اپنی عمر میں توسیع مانگ لو، ویزے میں توسیع کرالو۔ لہٰذا ایک تو اللہ سے یہ مانگنا ہے کہ ہماری زندگی میں برکت دے، آج کی رات مرنے والوں میں ہمارا شمار نہ ہونے پائے، آپ ہماری زندگی اور بڑھا دیجئے کچھ ہم اور نیکیاں کمالیں۔

دوسرے ہمارے جو اعمال آج کی رات پیش کئے جائیں گے اس میں ہماری جو نالائقیاں ہیں ان کو معاف کر دیجئے اور نیکیوں کو قبول فرما لیجیے، ہمارے گناہوں سے آپ کو کچھ نقصان نہیں پہنچتا، جن گناہوں سے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا، ان کو معاف کر دیجئے اور جن نیکیوں سے آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا ان کو قبول کر لیجیے کیونکہ ٹوٹی پھوٹی نیکی تو وہ قبول نہ کرے جس کا کچھ اپنا ذاتی فائدہ ہو۔ اے اللہ! ہماری نیکیوں سے آپ کا کوئی فائدہ نہیں اس لئے انہیں قبول فرما کر ہمارا فائدہ کر دیجئے۔

تیسرے یہ دعا مانگیں کہ اے اللہ! اس رات میں سال بھر کا رزق مقدر ہوتا ہے، تو ہمارے رزق میں برکت دے دیجئے۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ پندرھویں شعبان کی رات میں اعمال اٹھائے جانے کا مطلب ان کا عمل پیش کیا جاتا ہے اور رزق نازل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو رزق ملنے والا ہے اسے لکھ دیا جاتا ہے، گو یہ سب چیزیں پہلے ہی سے لوحِ محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں مگر

اس رات کو فرشتوں کے سپرد کردی جاتی ہیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ:

((اِذَا کَانَتْ لَیْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَقُوْمُوْا لَیْلَهَا وَ صُوْمُوْا یَوْمَهَا فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَنْزِلُ فِیْهَا لِغُرُوْبِ الشَّمْسِ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا فَیَقُوْلُ اَلَا مِنْ مُّسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرَ لَهٗ ۔۔۔۔۔۔الخ))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، باب قیام شهر رمضان، ص۱۱۵)

جب نصف شعبان کی رات ہو یعنی پندرھویں شعبان کی رات تو اس رات کو جاگو اور دن میں روزہ رکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ اس رات کو غروبِ آفتاب سے ہی آسمانِ دنیا کی طرف خصوصی طور پر نزول فرماتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ میں اس کو بخش دوں، ہے کوئی روزی مانگنے والا کہ میں اس کو روزی دوں، ہے کوئی مصیبت زدہ کہ میں اس کی مصیبت دور کر کے عافیت دوں، گویا رات بھر رحمت کا دریا بہتا رہتا ہے یہاں تک کہ صبح ہو جائے۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں:

((اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی لَیَطَّلِعُ فِیْ لَیْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ فَیَغْفِرُ لِجَمِیْعِ خَلْقِهٖ اِلَّا لِمُشْرِكٍ اَوْ مُشَاحِنٍ- رواہ ابن ماجة))

(مشکوٰۃ المصابیح: (قدیمی)، باب قیام شهر رمضان، ص۱۱۵)

شعبان کی پندرھویں رات میں اللہ تعالیٰ متوجہ ہوتا ہے، سب مخلوق کی مغفرت فرما دیتا ہے مگر مشرک اور کینہ رکھنے والے شخص کی مغفرت نہیں کرتا، اور دوسری روایت کے مطابق نہ قطع رحمی کرنے والے کی، نہ پاجامہ ٹخنے سے نیچے لٹکانے والے کی، نہ شرابی کی اور نہ ماں باپ کی نافرمانی کرنے والوں کی مگر یہ کہ وہ توبہ کرلیں اور ماں باپ کو راضی کرلیں تو ان کی بھی مغفرت ہو جائے گی۔

شبِ براءت کی بدعات

اب اس رات میں کیا کیا گڑبڑ ہوتی ہیں وہ بھی سمجھ لیجیے۔ سنت تو

صرف رات کو جاگنا، قبرستان جانا اور اگلے دن کا روزہ رکھنا ہے لیکن اگر قبرستان میں بے پردہ عورتیں پھر رہی ہوں تو پھر وہاں نہیں جانا چاہیے، اپنے گھر ہی سے مُردوں کو ایصال ثواب کردیں یا تین بجے رات کو جائیں جب قبرستان عورتوں سے خالی ہوجائے۔ جو بدعت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ چراغاں کرتے ہیں، چراغاں کرنا یعنی چھوٹے چھوٹے بلب جلانا یہ شادی ہال میں ہو یا شبِ براءت کی رات ہو، یہ مجوسیوں کی علامت ہے اور ہندوؤں کی دیوالی سے مشابہت ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء اس کو ناجائز کہتے ہیں۔ ہندوستان جاکر دیکھو جیسے ہندو دیوالی کرتا تھا افسوس کہ آج ہمارے شادی ہالوں میں بھی چراغاں کی یہ بدعت ہورہی ہے، یہ ہندوؤں کی علامت ہے، ہمارا اس سے کیا واسطہ؟ لہٰذا مسلمانوں کو اس سے احتیاط کرنی چاہیے۔

آتش بازی اور فرشتوں کی بددعا

اب رہ گیا مسئلہ آتش بازی اور پٹاخے کا، تو سمجھ لیجیے کہ اس رات میں فرشتے آتے ہیں تو شیطان نے سوچا کہ فرشتوں کو خوشبو سے محبت ہے لہٰذا گندھک کی چیزیں ایجاد کراؤ، خوب پٹاخے چھوڑو تاکہ فرشتے آئیں ہی نہیں۔ یہ سب بدبودار چیزیں کیا دین ہوسکتی ہیں؟ ذرا سوچو کہ ان کا دین سے کیا تعلق ہے؟ اور فرشتے تو بڑی چیز ہیں، حضرت مرزا مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کو جب گولی لگی، شہید کیا گیا تو ان سے کسی نے پوچھا کہ حضرت! آپ کا کیسا مزاج ہے؟ گولی لگنے سے آپ کو کچھ تکلیف ہے؟ فرمایا کہ گولی کی تکلیف اتنی نہیں ہے مگر گولی میں جو گندھک ہے اس کی بدبو سے بہت تکلیف ہورہی ہے۔ تو جب اولیاء اللہ کی لطافت کا یہ حال ہے تو فرشتوں کو کتنی تکلیف ہوتی ہوگی لہٰذا جو لوگ اپنے بچوں کو پٹاخے کے لئے پیسے دیتے ہیں وہ فرشتوں کی بددعا خریدتے ہیں، فرشتوں کو اذیت پہنچے گی تو بددعا تو نکلے گی۔

پندرہ شعبان کو حلوہ پکانے کی بدعت

اب آخری مسئلہ حلوہ کا ہے بس اس کی بات سن کر آپ چلے جائیں۔
اس رات میں چونکہ عبادت کرنی ہے، یہ عبادت کی رات ہے، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے کی رات ہے، تو شیطان نے سوچا کہ لوگ زیادہ عبادت نہ کرنے پائیں، ان کے پیٹ میں اتنا حلوہ ٹھونس دو کہ اس میں ریاح کی گڑ گڑ کا بلوہ مچ جائے اور جب ریاح کا بلوہ مچے گا تو یقیناً وضو نہ رہ سکے گا اور عبادت کم کریں گے لہٰذا پہلے ان کو کھلاؤ حلوہ، پھر پیٹ میں مچاؤ بلوہ تا کہ یہ نہ دیکھنے پائیں اللہ تعالیٰ کا جلوہ۔

اگر میرے یہ تین الفاظ یاد رکھیں گے یعنی حلوہ، بلوہ اور جلوہ تو پھر آپ ان شاء اللہ پوری تقریر بالکل سمجھ جائیں گے کہ جب پیٹ میں خوب بھر گیا حلوہ تو پیٹ میں مچ گیا بلوہ اور جب وضو ہی نہ رہے گا تو عبادت سے اللہ کا کیا جلوہ نظر آئے گا؟ اب رہ گیا یہ بہانہ کہ میں تو حلوہ کھا کر حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کی سنت ادا کرتا ہوں، تو ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ آپ نے اللہ کے رسول کی اور کتنی سنتیں اپنائی ہیں؟ آپ کے پاس سر سے لے کر پیر تک کتنی سنتیں ہیں؟ یا صرف حلوہ کی سنت کی اہمیت ہے وہ بھی حضرت اویس قرنی کی جو تابعی تھے، صحابی بھی نہیں تھے تو کسی صحابی یا اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی کوئی سنت اختیار کرتے تو ہم مان بھی لیتے۔ اللہ کے نبی کی کوئی سنت کی پرواہ نہیں، مسجد میں داخل ہونے کی پانچ سنتیں یاد نہیں، مسجد سے نکلنے کی پانچ سنتیں یاد نہیں، بیت الخلاء میں جانے کی دعا یاد نہیں، سونے کی دعا یاد نہیں لیکن اگر کسی سنت پر عمل ہے تو بس یہ ہے کہ پندرھویں شعبان کی رات کو حلوہ ٹھونس لو کیونکہ ان حلوہ کھانے والوں کے بقول یہ حضرت اویس قرنی کی سنت ہے اور اس میں عشقِ رسول ہے کہ جنگِ اُحد میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دانت مبارک شہید ہو گئے تھے۔ اگر اس بات کو بالفرض درست بھی مان لیا جائے حالانکہ میں ابھی ثابت کروں گا کہ یہ استدلال بھی غلط ہے لیکن اگر

درست بھی مان لیں تو حضرت اویس قرنی کی دو سنتیں ہیں، ایک عشقِ رسول میں اپنے دانت توڑنا، دوسرے حلوہ کھانا۔

تو ان حلوہ والوں کے مطابق حضرت اویس قرنی نے عشقِ رسول میں اپنے سارے دانت توڑ دیئے تھے کہ پتا نہیں اللہ کے نبی کا کون سا دانت ٹوٹا ہے، پھر ان کی ماں نے ان کو حلوہ کھلایا لہٰذا حلوہ کھانے کو سنت سمجھنے والے پہلے اپنے بتیس دانت توڑیں۔ دوسرے ان کا یہ استدلال ہی باطل ہے کیونکہ جنگِ اُحد ۱۵ شعبان کو نہیں ہوئی تھی، دو ماہ بعد شوال میں ہوئی۔ تو کیا حضرت اویس قرنی نے دو ماہ ایڈوانس میں اپنے دانت توڑ دیئے تھے؟ اس لئے حلوہ کھانے والوں سے کہتا ہوں پہلے نبی کے غم اور عشق میں بتیس دانت تو توڑو، پھر جس کی اماں زندہ ہو وہ اس کو حلوہ پکا کر کھلا دے کیونکہ اس کو رحم آجائے گا کہ میرے بچے نے اپنے سارے دانٹ توڑ دیئے ہیں۔ تو بولو بھئی! کون کون بتیس دانت تڑوانے کے لئے تیار ہے وہ ہاتھ اٹھالے۔ دیکھو! ایک ہاتھ بھی نہیں اٹھا، یہ ہیں سچے عاشقِ رسول، لیکن آج کے نام نہاد عاشقِ نبی بتیس دانت توڑنے والی سنتِ اویس قرنی ادا نہیں کررہے ہیں مگر بغیر دانت توڑے، حلوہ کھانے کے لئے آگے آگے ہیں، قرضہ لے لے کر حلوہ پکا رہے ہیں اور ایک دوسرے کے یہاں بھیج رہے ہیں، جو حلوہ نہ پکائے وہ وہابی ہوگیا۔

ایک بنیے کا قصہ جسے وہابی مشہور کیا گیا

جیسا کہ ایک بستی میں ایک خان صاحب نے ہندو بنیے کو بھی وہابی بنادیا تھا۔ ایک خان صاحب پر ہندو بنیے کا قرضہ زیادہ ہوگیا تو خان صاحب نے اس سے کہا کہ اگر قرضہ معاف کرتا ہے تو ٹھیک ورنہ تجھے وہابی ثابت کروں گا پھر سب سے تیرا بائیکاٹ کرادوں گا، تیرے پاس کوئی گاہک نہیں آئے گا۔ اب ہندو نے دیکھا کہ اس کی دکان پر ایک گاہک بھی نہیں آرہا ہے، اس نے کسی سے پوچھا

کہ تم سب لوگ کہاں مر گئے، میری دکان سے سودا لینے کیوں نہیں آتے ہو؟ انہوں نے کہا بستی کے فلاں خاں صاحب نے کہا ہے کہ یہ جو لالہ جی ہے، ہندو، بنیا، یہ وہابی ہو گیا ہے، خبردار! اس کے یہاں مت جانا۔ اس نے کہا میرے تو باپ دادا کو بھی نہیں پتا کہ یہ وہابی کیا چیز ہوتی ہے؟ پھر وہ خان صاحب کے پاس گیا اور کہا کہ میں ہاتھ جوڑتا ہوں، مجھے معاف کر دو اور جلدی سے میری وہابیت ختم کرادو، میں تمہارا سارا قرض معاف کرتا ہوں، یہ لو لکھ کر بھی دیتا ہوں اور اپنے بہی کھاتے سے خان صاحب کا قرض کاٹ دیا۔ پھر خان صاحب نے اپنے دوستوں کو بلا کر کہا کہ دیکھو بھئی! لالہ جی نے وہابیت سے توبہ کر لی ہے، اب یہ وہابی نہیں رہے، اب سب لوگ ان کی دکان سے سودا خریدا کرو۔ دیکھا آپ نے! ہندو بھی وہابی ہو جاتا ہے، عجیب معاملہ ہے کہ جو حلوہ نہ پکائے وہ وہابی ہے چاہے ساری سنتیں ادا کرے، تہجد، اشراق، اوابین پڑھے، پاجامہ ٹخنے سے اوپر رکھے، غرض ساری سنتیں ادا کرتا ہے، صرف شبِ براءت میں حلوہ نہیں پکاتا تو وہ ان کے نزدیک پکا وہابی ہے۔

دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی جہالت سے اور من گھڑت قصوں سے بچائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے، جن اعمال سے اے اللہ آپ خوش ہوتے ہیں، انہیں بجالانے کی اور جن سے آپ ناراض ہوتے ہیں ان سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّآ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَآ
اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى
خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ
بِرَحْمَتِكَ يَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ

☆☆☆

دسترخوان کے ذرّات کا ادب

فرمایا کہ دسترخوان پر کھانے کے جو ذرات ہوتے ہیں اس کو بھی بعض لوگ ایسی جگہ جھاڑ دیتے ہیں جہاں پیر پڑتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی نعمت پر پیر رکھنا اس قدر زبردست گستاخی ہے کہ اس سے رزق کی برکت نکل جانے کا خطرہ ہے، سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے عائشہ! اَکْرِمِی الْخُبْزَ روٹیوں کا اکرام کر، غذا کا اکرام کر۔ اگر اللہ کے رزق کا اکرام نہیں کیا جائے گا تو برکت نکل جانے کا خطرہ ہے اور رزق کی برکت پھر بہت مشکل سے واپس آتی ہے۔ بمبئی میں میرے شیخ کے ایک مرید نے بتایا کہ ایک رئیس سیٹھ صاحب بچا ہوا کھانا گٹر میں ڈلوادیتے تھے جہاں پیشاب پاخانہ بہتا ہے، ان کی فیکٹری، کارخانہ سب ختم ہوگیا اب بمبئی کی فٹ پاتھ پر بنیان بیچتے ہیں۔ تو ہمارے بزرگوں نے رزق کا بے حد اکرام کیا ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سفر کررہے تھے، ایک جنٹلمین صاحب نے کھانا کھاتے ہوئے ایک بوٹی کو جو گر گئی تھی تو جوتے کی ٹھوکر سے اسے پرے دھکیل دیا، حضرت نے فرمایا کہ خواجہ صاحب آپ اس کو دھو کر مجھے دے دیجئے میں کھالوں گا۔ خواجہ صاحب نے عرض کیا اگر اجازت ہو تو میں کھالوں فرمایا اچھا تم ہی کھالو۔ ایک شخص نے مولانا ابرار الحق صاحب سے پوچھا کہ اسلام کا یہ قانون کہ اگر کھانا گر جائے تو اٹھا کر کھالیا جائے اس میں کیا راز ہے؟ اسلام میں اتنا اکرام رزق کا کیوں ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ تم پوسٹ مین ہو، یہ بتاؤ کہ تمہارے صوبے کا ڈاکخانہ کا سب سے بڑا افسر، پوسٹ ماسٹر جنرل، تمام ڈاکیوں کو ایک ایک کیلا دے رہا ہو اور تمہارے ہاتھ سے وہ کیلا زمین پر گر جائے اور وہ افسرِ اعلیٰ دیکھ رہا ہو تو آپ کیا کروگے؟ اس نے کہا بس سمجھ میں بات آگئی، ہم اس کیلے کو فوراً اٹھا کر سر آنکھوں پر رکھ کر کھالیں گے۔ اللہ والے جب کھاتے ہیں ان کو یہی مراقبہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔ دوسری نصیحت یہ کہ بعض لوگ جب وضو کرتے ہیں تو پورا نل کھول دیتے ہیں جس کی آواز صفِ اول تک آتی ہے، اس میں دو گناہ ہیں۔ پانی کا اسراف اور نمازیوں کے دل کو مشوش کرنا، یکسوئی کو فوت کرنا لہٰذا تمام حضرات سے گذارش ہے کہ جو لوگ وضو کریں تو نل کو تھوڑا سا کھولیں، اتنا کھولیں کہ جس سے وضو ہو جائے، اس پانی کا بھی جواب دینا ہوگا۔ یہ نہ سوچو کہ اب پانی بہت وافر موجود ہے، اُس زمانے میں پانی کی کمی تھی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دریا کے کنارے بھی کوئی وضو کر رہا ہو تو پانی زیادہ گرانا جائز نہیں۔ پانی کی قلت اور کثرت سے اس کا تعلق نہیں، استعمال سے تعلق ہے۔ یہ نہیں کہ جس کے پاس پیسہ زیادہ ہو تو جو چاہے فضول خرچی کرلے۔

(۲۵۔جنوری ۱۹۹۱ء بروز جمعہ مسجد اشرف، کراچی میں بیان سے اقتباس)

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ادارۃ تالیفاتِ اختریہ
hazratmeersahib.com